

بابری مسجد کا فیصلہ؟ ہائی کورٹ نے اڑائی پھر ایک بار انصاف کی دھجیاں

ابوحزمہ (بھارت)

بیسویں اور اکیسویں صدی میں نا انصافی پر مبنی کسی فیصلہ کا دنیا کے کسی بھی ملک اور خطہ میں کسی بھی عدالت یا سپریم کورٹ کا صادر ہونا کوئی اچھے کی بات نہیں کیوں کہ بسا کر کوششوں کے بعد یہود کو ان صدیوں میں دنیا بھر میں اپنے شکنجے گاڑنے کا موقع ہاتھ آیا ہے اور دنیا کے اکثر خطوں میں زندگی اور معاشرے کے تمام شعبوں پر ان کو کافی اثر رسوخ حاصل ہے۔ قرآن کے اعلان کے مطابق یہود و ہندو کا گٹھ جوڑ ہمیشہ مسلمانوں کے ساتھ شدید عداوت کا حامل ہوا کرتا ہے۔

لنجدن اشد الناس عداوة للذين امنوا ليهود و الدين اشركوا۔ کہ آپ ضرور بالضرور مومنوں کے لیے یہود کو سب سے زیادہ سخت عداوت والا پائیں گے اور مشرکوں کو۔

تاریخ اس بات پر شاہد عدل ہے کہ عہد نبوی میں صلی اللہ علیہ سے لے کر عہد حاضر تک۔ ہر زمانہ میں اسلام کے خلاف ان کا اتحاد پایا جاتا رہا ہے اور آج بھی پایا جا رہا ہے۔

آپ کو تعجب ہو گا بابری مسجد کے عنوان پر تحریر کیے جا رہے اس مضمون میں آخر یہود و مشرکین کے اتحاد کی یہ بات بے جوڑ معلوم ہو رہی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ بابری مسجد کی جگہ رام جنم بھومی کا اصل مسئلہ اٹھانے والا ایک یہودی ہے، فیصلہ کے دوسرے دن گجراتی ہندی مراٹھی اخبارات بابری مسجد کی معلومات سے بھرپور تھے۔ ایک اخبار نے اس کی تاریخی معلومات فراہم کی اور تحریر کیا ۱۶۶۷ء میں ایک یہودی پیشوا جوزف ٹاٹینتھلر نے سب سے پہلے اس جگہ کو ہندوؤں کے مقدس مقام کے نام سے متعارف کروایا اور پھر ہوتے ہوئے اسے رام جنم بھومی قرار دیدیا گیا؛ اچھا مضحکہ خیز امر یہ ہے کہ ہندوؤں نے بہت سے مقامات کو رام جنم بھومی قرار دیا ہے تو کیا رام ایک بار سے زائد مرتبہ پیدا ہوئے یا ایک ہی بار میں مختلف مقامات میں پیدا ہوئے۔

بہر حال ان کے عقائد کی ویسے بھی کوئی ٹھوس تو کیا بنیاد ہی نہیں، نہ عقلی طور پر قابل فہم ہے اور نہ کوئی نقلی دلیل ان کے پاس ہے؛ بس ہم تو اللہ کا جتنا شکر ادا کریں کم ہے کہ اسلام و ایمان کی دولت عظیم سے ہمیں مالا مال کیا۔ الحمد للہ

ماہنامہ ”نقیب ختم نبوت“ ملتان

افکار

الذی هدانا لهذا و ما كنا لنهتدى لولا ان هدانا الله!

ہٹلر نے اپنی ایک کتاب میں عجیب بات تحریر کی ہے اس نے لکھا کہ میں چاہتا ہوں یہودیوں کو چن چن کر دنیا سے ختم کر دوں اس لیے کہ معاشرے میں جتنی اخلاقیات اور جتنے فتنے اور فساد کے عناصر ہیں اس میں اصل ہاتھ یہودی کا ہوتا ہے۔ (اجتمع عربی مجلہ)

اتفاق سے میں نے جس دن اخبار میں بابر می مسجد مسئلہ کی ابتدا کی تاریخ پڑھی اسی دن کویت سے شائع ہونے والے عربی کے سب سے مشہور و مقبول مجلہ ”الاجتمع“ میں ہٹلر کا قول بھی پڑھا تو فوراً اس پر گویا ایک دلیل مل گئی۔ اس کے بعد میں نے مصر کے مشہور مؤرخ عبدالوہاب المسیری مرحوم کی معرکہ الآراء کتاب ”موسوعة اليهود و اليهودية الصهيونية“ کی ورق گردانی کی تو ہندوستان میں یہودی تاریخ بھی مل گئی۔ موصوف نے ”اليهود في الهند“ کے عنوان کے تحت رقم کیا ہے کہ:

”۱۹۶۱ء میں کیے گئے مردم شماری کے اعداد شمار میں بتایا گیا کہ ہندوستانی یہودیوں کی تعداد ۵۷۳۹ ہے جس میں سے ۱۴۶۰ ہندوستان میں آباد ہیں اور ۲۳ ہزار ہندوستانی یہود اسرائیل میں آکر آباد ہو گئے ہیں۔

ہندوستان میں مقیم یہودیوں کی کل چار قسمیں ہیں: (۱) یہود بنی اسرائیل (۲) یہود کوچن (۳) یہود منی پور (۴) بغدادی یہود۔

یہود بنی اسرائیل کو کن میں مقیم تھے مگر ۱۸ویں صدی عیسوی کے اوائل بمبئی منتقل ہوئے۔ ۱۷۶۹ء میں بمبئی میں سب سے پہلا یہودی معبد بنایا گیا، ۱۸۳۳ء تک دو ملٹ یہود بنی اسرائیل بمبئی پہنچ گئے مگر حاخامی یہودیوں سے یہ لوگ مدت دراز سے کٹ چکے تھے اور ہندو ثقافت میں رنگ گئے ان کے نام عادات و اطوار سب ہندوانہ ہو گئی یہاں تک کہ انہوں نے ہندو مذہب ہی قبول کر لیا اور تلمود سے بھی نابلد ہو گئے اور مراٹھی زبان بولنے لگے ساتھ ہی تمام ہندوانہ تعلیمات پر عمل پیرا ہو گئے تا آنکہ ان کے نزدیک بیوہ عورتوں سے شادی کرنا، گائے کا گوشت کھانا سب حرام قرار پایا۔ حالاں کہ تورات میں ایسی کوئی تعلیم نہیں ہے۔

گویا اس وقت جو مراٹھا سیاست میں سرگرم ہے وہ اصلاً یہودی ہیں یا ان کے ہم نوا، اسی لیے ان کی مسلمانوں سے عداوت بھی بڑی سخت ہے۔

عبدالوہاب المسیری مرحوم آگے تحریر فرماتے ہیں: اور یہود کوچن تو ان کا تعلق یہودیوں کے قدیم مشہور قبیلے منشی سے ہے اور یہ لوگ مالابار کے ساحل کے راستہ سے کوچن پہنچے اس وقت جب ہیکل کوڑھا دیا گیا ان کے ہندو راجاؤں سے بھی گہرے مراسم رہے اور کسی زمانہ میں ہولند اسپانیا اور حلب کے یہود بھی ان کے ساتھ آکر بس گئے اور جب انگریز ہندوستان پر

یہودی پور۔ یہ اصلاً چین کے کائی فنج قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں مغلوں کے زمانہ میں یہ لوگ اس علاقہ میں آباد ہو گئے، یہ لوگ اپنے دین سے بالکل علیحدہ طور پر کٹ چکے تھے چند یہودی رسومات کے علاوہ اکثر وحشی اور مسیحی رسومات ان میں جگہ پکڑ گئے یہاں تک کہ دیگر ہندوستان یہودیوں کے جاننے بھی نہیں تھے۔

بغدادی یہود۔ یہ اپنے آپ کو اصل یہود گردانتے ہیں ۷ اویں صدی میں بغداد سے ہندوستانی منتقل ہوئے یہ انتہائی متمول اور کارخانوں اور فیکٹریوں کے مالک رہے مگر ان کی بڑی تعداد یورپ کی طرف چلی گئی۔ (موسوعۃ الیہود و الیہودیۃ والصہیونیت: ۸۷-۸۹)

مرحوم عبدالوہاب المسیری نے بڑی تفصیل کے ساتھ اس موضوع کو اٹھایا ہے۔ بندہ نے اس کا خلاصہ قارئین کے نظر کیا۔

اب آئیے ہم اس تاریخی معلومات کے بعد ایک بار پھر اپنے موضوع کی طرف لوٹتے ہیں میں بات چھیڑ دی تھی
 اخیر میں چند ہائوں میں دنیا بھر کے عدالتی فیصلوں کی تو آئیے ہم دنیا کی عدالتوں سے اسلام مخالف نا انصافی پر مبنی فیصلوں پر
 ایک نظر ڈالتے ہیں۔

یورپ کے اکثر ممالک میں عدالت نے برقعہ پر پابندی عائد کی حالاں کہ جمہوری اعتبار سے بھی یہ نا انصافی ہے کیوں کہ جمہوریت میں ہر ایک کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی ہونی چاہیے۔

برطانوی عدالت کا زبردستی یہودیوں کی فلسطین آباد کاری کے بارے میں نا انصافی پر مبنی فیصلہ۔

اسرائیل جیسی ناجائز ریاست کو تسلیم کرنا

فلسطین میں مسجد اقصیٰ پر ناجائز قبضہ۔

پوری ممالک میں مسجد کے میناروں کی تعمیر پر پابندی۔

غرضیکہ یہودی پوری دنیا میں سرگرم ہے اور اسلام مخالف فیصلے کروانے میں اس کو بڑی مہارت حاصل ہے۔

سیکولرزم، جمہوریت آزادی، مساوات اخوت اور بھائی چارگی، اشتراکیت، اشتمالیت، وجودیت، ارتقائیت،

ماہنامہ ”نقیب ختم نبوت“ ملتان

افکار

جنسیت، اجتماعیت، تجربیت، عقلانیت، انسیت، علیت، روشن خیالی، سرمایہ داریت، وضعی قانونیت، قومیت، علاقائیت، اتحاد دیان کے نام سے جتنی بھی تحریکیں یورپ سے اٹھ کر پوری دنیا میں گمراہی اور نا انصافی کا ننگا ناچ ناچ رہی ہے ان سب کے پیچھے یا تو براہ راست یا بالواسطہ یہودیت زدہ عیسائیت یا یہودیت و صہیونیت ہی کا ہاتھ ہوتا ہے۔

ہندوستان جیسے کثیر المذہب جمہوری ملک میں بھی محض عقیدے اور اکثریت کے دل کے بہلاوے کے لیے تاریخ اور حقیقت سے روگردانی کرنا اور نا انصافی پر مبنی ایسا فیصلہ!!!! بڑے افسوس کی بات ہے اور یہ کوئی پہلا فیصلہ نہیں آزادی کے بعد اسلام مخالف ایسے بہت سے فیصلے ہندوستانی عدالتیں سنا چکی ہیں جو درحقیقت جمہوریت کے میز پر ایک زوردار طمانچہ اور تھپڑ ہے اور تعجب تو اس پر ہے کہ کچھ سابق ججوں نے بھی اسے صحیح فیصلہ قرار دیا ہے اور یہاں تک کہنے کی جرات کر ڈالی کہ عقیدے کے پیش نظر کیا جانے والا فیصلہ بھی انصاف ہی پر مبنی جانا جائے گا۔ این چہ بولہی است۔ تعجب ہے جہاں کی عدالتوں ہی سے ایسے فیصلے صادر ہو وہاں انسان آخر کس سے انصاف کی امید باندھ سکتا ہے؛ مگر یہ بات یاد رہنی چاہیے ہمیشہ جیت حق ہی کی ہوتی ہے اگرچہ یہ فیصلہ ہمارے لیے انتہائی تکلیف دہ مگر دوسری جانب یہ بھی دیکھنے میں آیا بہت سے غیر مسلم تعلیم یافتہ لوگ بھی مسلمانوں کی حمایت میں کھڑے ہو گئے اور اس فیصلے کو سراہے بنیاد اور نا انصافی پر مبنی قرار دیا۔ الحمد للہ اس بار ہمارے مسلمانوں نے جذبات میں نہ آ کر صبر و تحمل سے کام لیا یہ بھی ایک اچھا پہلو ہے ہمیں اپنا حق مانگنا چاہیے مگر اس کے لیے سرکوں پر اتر آنا اور احتجاج کرنا ناہنجار اور غیرہ سرکاری ونجی املاک کو نقصان پہنچانا ہے۔ یہ سب اسلام میں ناجائز ہے الحمد للہ امت مسلمہ ہند نے اس بار صحیح معنی میں اسلامی تعلیمات پر عمل کیا اللہ اسے بخیر و برکت توفیق مرحمت فرمائے۔

اب سوال یہ پیدا ہوا ہے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے تو جیسا کہ فیصلہ میں گنجائش ہے کہ سپریم کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹا سکتے ہیں تو ہمیں اس کی تیاری شروع کر دینی چاہیے، مگر افسوس کہ اب تک اپیل کرنے کے لیے نعرے لگا رہے ہیں اقدام نہیں ہو رہا ہے تو جلد از جلد اقدام کر کے اس فیصلے کا انتظار کرنا چاہیے۔ دیکھنا ہے وہاں کیا ہوتا ہے انصاف ملتا ہے یا نا انصافی؟؟

بہر حال بابر مسجد سے دست بردار تو کسی صورت میں نہیں ہونا ہے کیوں کہ فقہی شرعی حکم یہ ہے کہ ایک بار مسجد تعمیر ہونے کے بعد قیامت تک اس میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

خدا نخواستہ اگر وہاں بھی نا انصافی ہاتھ آئے تو پھر ہمیں براہ راست حکومت کو میمورنڈم اور اگر وہاں بھی نہیں تو انٹرنیشنل عدالت میں جانا ہوگا مگر بار بہر حال مانتی ہی نہیں ہے اس طریقے سے اس کو بچانا ہے آخر کار ہماری کوشش کو دیکھ کر اللہ ضرور ہمارے حق میں فیصلہ صادر فرمائیں گے۔